QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

مسئلہ کفائت اور عدم کفائت سادات: ایک فقہی وسماجی مطالعہ قرآن، سنت اور فقہاء کی روشنی میں

The Issue of Kafa'ah and Non-Kafa'ah among Sayyids: A Jurisprudential and Socio-Religious Study in the Light of the Qur'an, Sunnah, and Juristic Opinions

1. ***Tanveer Ahmad***
   PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur, Pakistan.
2. ***Dr. Muhammad Imran***
   Associate Professor, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur, Pakistan.

Abstract

The issue of *kafa'ah* (equivalence in marriage) has remained a significant topic in Islamic jurisprudence and social practice, particularly in relation to the descendants of the Prophet Muhammad (peace be upon him), commonly referred to as Sayyids. This research examines the concept of kafa'ah from its linguistic roots, jurisprudential interpretations, and social applications, with a specific focus on Sayyid marriages. Linguistically, *kafa'ah* refers to equality or equivalence, while in jurisprudential discourse it denotes compatibility between spouses in aspects such as lineage, religion, profession, financial stability, and social status. Within Hanafi jurisprudence, the issue gains special importance in the context of Sayyids, whose honor and dignity are considered sacrosanct, making their marital compatibility a matter of both legal and ethical concern. The study explores classical and modern juristic opinions, highlighting views from scholars such as al-Sarakhsi and al-Shami, who emphasized the preservation of harmony and the prevention of social discord through careful adherence to kafa'ah principles. The research also sheds light on the position of Sayyids within Islamic law, the prohibition of zakat upon the Prophet's household, and the significance of spiritual lineage. Moreover, it examines the balance between religious equality and social customs, arguing that while Sayyid identity commands respect, the essence of marriage in Islam is rooted in faith, piety, and moral integrity rather than lineage alone. Ultimately, this study provides a comprehensive framework for understanding the dynamics of kafa'ah in Sayyid marriages, offering practical guidance for Muslim societies in addressing contemporary challenges of marital compatibility.

Keywords: Sayyid, Kafa'ah, Islamic Jurisprudence, Marriage, Social Status, Lineage

تعارف موضوع

اسلامی معاشرے میں نکاح ایک نہایت اہم اور مقدس ادارہ ہے، جس کے استحکام کے لیے شریعت نے مختلف اصول وضوابط متعین کیے ہیں۔ ان میں سے ایک بنیادی مسئلہ "کفائت" ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ نکاح کرنے والے فریقین بعض پہلوؤں میں ہم پلہ ہوں تاکہ ازدواجی زندگی میں ہم آہنگی اور سکون قائم رہے۔ لغوی اعتبار سے کفائت برابری اور مساوات کو کہتے ہیں، جبکہ فقہی اصطلاح میں اس کا تعلق خاندان، دین، پیشہ، آزادی، مال اور حسب ونسب وغیرہ سے ہے۔ سادات کرام کے نکاح کے حوالے سے یہ مسئلہ مزید اہمیت اختیار کر جاتا ہے، کیونکہ حضور ﷺ کے خانوادے کی عزت

و تکریم ہر مسلمان پر لازم ہے۔ احناف کے نزدیک سادات کی توہین حرام ہے اور ان کی تعظیم واجب۔ فقہی مباحث میں یہ سوال زیرِ بحث آیا کہ کیا سید لڑکی کا نکاح غیر سید سے جائز ہے؟ اس سلسلے میں مختلف فقہاء نے وضاحت کی کہ اگر نکاح کفائت کے اصول کے مطابق ہو تو جائز ہے، بصورتِ دیگر ولی کو اعتراض کا حق ہے۔ تاہم اگر بالغہ لڑکی اپنی رضامندی سے غیر سید سے نکاح کرے اور وہ دین وایمان میں کفو ہو تو نکاح معتبر ہو گا۔

یہ تحقیق اس پہلو کو اجاگر کرتی ہے کہ نکاح میں کفائت محض سماجی رواج نہیں بلکہ شرعی رہنمائی ہے، جس کا مقصد ازدواجی تعلقات کو مضبوط اور معاشرتی بگاڑ سے محفوظ رکھنا ہے۔

مبحث الاول: کفو کے لغوی اور اصطلاحی مباحث

مطلب الاول: اکفاء کا معنی و مفہوم

کفائت (اکفاء) کا لفظی معنی 'ہم پلہ ہونا' یا 'برابری' ہے، جو کہ عربی لغت سے ماخوذ ہے۔ اصطلاحی طور پر، نکاح کے ضمن میں 'کفائت' سے مراد ہے کہ زوجین چند مخصوص امور میں ایک دوسرے کے مماثل ہوں، تاکہ ازدواجی زندگی میں ہم آہنگی اور سکون برقرار رہے۔ ابن نجیم اپنی کتاب البحر الرائق میں فرماتے ہیں:

(الْأَكْفَاءُ جَمْعُ كُفْءٍ بِمَعْنَى النَّظِيرِ لُغَةً، وَالْمُرَادُ هُنَا الْمُمَاثَلَةُ بَيْنَ الزَّوْجَيْنِ فِي خُصُوصِ أُمُورٍ)[1]

"اکفاء 'کفو' کی جمع ہے، جس کے لغوی معنی 'نظیر' اور 'مساوی القدر' کے ہیں۔ اس مقام پر چند خاص امور میں زوجین کے درمیان مماثلت مراد ہے۔"

نکاح میں کفائت کو معتبر قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

(اِلَّا لَا تُزَوِّجُوا النِّسَاءَ اِلَّا الْأَوْلِيَاءَ وَلَا يُزَوَّجْنَ اِلَّا الْأَكْفَاءَ)[2]

"عورتوں کا نکاح ان کے اولیاء کے سوا کوئی نہ کرائے، اور ان کا نکاح صرف ہم پلہ افراد سے کرایا جائے۔"

نکاح کی مصلحتیں عموماً اسی وقت پوری ہوتی ہیں جب میاں بیوی ایک دوسرے کے مماثل ہوں۔ ایک شریف خاندان کی عورت کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ کسی حقیر آدمی کے لیے حقوقِ زوجیت ادا کرے یا اسے قبول کرے، اس لیے کفائت کا اعتبار ضروری ہے۔ یہ اعتبار عورت کے برخلاف خاوند کی جانب سے ہوتا ہے، کیونکہ خاوند عورت کو اپنے سے قریب کرنے والا ہوتا ہے، اور عورت کا نسب اس خاوند کو غضبناک نہیں کرتا۔

احناف کے نزدیک، کفو کا مفہوم یہ ہے کہ چند مخصوص امور میں مرد اور عورت کا ہم پلہ ہونا ضروری ہے۔ یہ امور بنیادی طور پر چھ ہیں: خاندان، اسلام، پیشہ، حریت (آزادی)، دین، اور مال۔ ان میں ادنیٰ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مرد، عورت کے خاندان اور قبیلے کے برابر نہ ہو۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ

---

[1] زین الدین بن ابرہیم المعروف ابن نجیم، **البحر الرائق شرح کنز الدقائق** (لبنان: دار الکتب العلمیہ بیروت، 1997ء) 174/3۔

[2] برہان الدین مرغینانی، **الہدایہ**، (لاہور: مکتبہ الرحمانیہ 2020ء) کتاب النکاح، 319۔

اشخاص دو قسم کے ہیں: عرب اور اہل عجم۔ پھر عربی بھی دو طرح کے ہیں: قریشی اور غیر قریشی۔ اگر مرد قریشی ہو اور عورت بھی قریشی ہو، تو دونوں ہم کفو

شمار ہوں گے، اگرچہ ان کے قبیلے مختلف ہوں، مثلاً عورت ہاشمیہ ہو اور مرد نوفلی (بنی نوفل میں سے)۔

یہاں کفائت کے بنیادی تصور کی گہرائی میں جانے کی ضرورت ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ یہ صرف ظاہری مماثلت نہیں بلکہ معاشرتی اور دینی ہم آہنگی کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جب خاوند اور بیوی کے درمیان سماجی اور دینی حیثیت میں بڑا تفاوت ہوتا ہے، تو یہ تفاوت ازدواجی زندگی میں کئی پیچیدگیاں پیدا کر سکتا ہے۔ اس حوالے سے امام شافعی اور دیگر فقہاء نے بھی کفائت کی اہمیت پر زور دیا ہے، کیونکہ ان کا مقصد خاندانوں کے درمیان تعلقات کو مضبوط کرنا اور معاشرتی امن کو برقرار رکھنا تھا۔ کفائت کے معیاروں میں دینداری اور اخلاقی کردار کو بھی شامل کیا جاتا ہے، کیونکہ یہ ازدواجی زندگی کی پائیداری کے لیے ضروری ہے۔ ایک صالح اور متقی جوڑا ہی ایک کامیاب ازدواجی زندگی کی بنیاد بن سکتا ہے، جہاں ایک دوسرے کے حقوق اور فرائض کی پاسداری ہو۔

1۔ لفظ 'کفو' کی بحث:

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، عربی لغت میں لفظ 'کفو' برابری کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ عرب لوگ کہتے ہیں: تکافَا الشَّیئَانِ (دونو چیزیں برابر ہو گئیں)۔ یہ اس کے بنیادی معنی ہیں (ابن فارس)۔ اس لیے کُفُوءٌ، کِفُوءٌ اور کَفَوءٌ کے معنی اس کی مثل و نظیر اور اس کے ہم پلہ کے ہیں۔ الکفاءۃ فی النکاح (نکاح میں ہم پلہ ہونا) اسی سے ماخوذ ہے۔ یعنی شوہر کا اپنی بیوی سے حسب و نسب اور گھرانے میں برابر ہونا۔ اگر ایسا نہ ہو تو خاوند اور بیوی کی زندگی مستقل عذاب بن سکتی ہے۔ مثلاً، کسی مفلوک الحال، بے علم، بدصورت اور بدسیرت انسان کا صرف یہ سمجھ کر کہ "آخر یہ مسلمان تو ہے" ایک دولت مند، صاحب علم و فضل، خوبصورت اور خوش سیرت، پاک دامن لڑکی سے عقد کر دیا جائے۔ تو کیا اس بے چاری کی زندگی جہنم زار نہیں بنے گی؟ اگر ایک انسان دوسرے انسان کے لیے باعث رحمت بن سکتا ہے تو کبھی کبھی باعث زحمت و عذاب بھی بن سکتا ہے۔ بالفرض اگر کوئی لفنگا (آوارہ شخص) جو شراب کے نشے میں دھت اور نیم برہنہ ہو کر گالیاں بکنے لگے، تو آپ انصاف کیجئے کہ اس کی اس بیوی کے دل پر کیا گزرے گی، جو کسی شریف گھرانے کی خاتون ہے، چادر اور چار دیواری کے آداب کی پابند ہے، صوم و صلوۃ اور احکام شریعت پر سختی سے کاربند ہے اور اس کے باپ دادا اپنے علاقے یا ملک میں اچھی شہرت کے مالک ہیں۔ کیا صرف کلمہ گو اور مسلمان سمجھ کر ہر راہ چلتے کو اپنی بیٹیاں بیاہ دینا عقلمندی ہے؟ جو لوگ ازدواجی زندگی میں نام و نسب کی رعایت و اعتبار کے خلاف ہمیشہ بولتے اور لکھتے ہیں، کیا کسی نے اُن کو دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنی کسی لخت جگر کو کسی راہ چلتے کے عقد میں صرف اس لیے دے دیا ہو کہ وہ آخر مسلمان تو ہے، نجاست سے پاک تو ہے، گنہگار سہی مگر موحد تو ہے۔ آپ نے ایسا واقعہ یقیناً نہ کبھی سنا اور نہ دیکھا ہو گا۔ یہ حرکت تو عام اور متوسط نسب والے بھی نہیں کرتے؟ جس کو اسلامی اخوت کا اتنا ہی شوق ہے، کیا وہ پہلے اس نسخے کو اپنے گھر پر آزمانے کا حوصلہ رکھتا ہے؟ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں۔ ایسے مدعیانِ اسلام، اخوتِ اسلامی اور مساواتِ انسانی کے علم بردار سب سے پہلے اپنی بیٹیوں کے لیے

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

اونچے گھرانوں کو نظر میں رکھتے ہیں۔ نام و ثروت، بنک بیلینس، جائیداد، اثر ورسوخ اور خاندانی شان و شوکت کو دیکھتے ہیں، پھر کہیں جا کر اپنی بیٹیوں کو رخصت کرتے ہیں۔[3]

2۔ سورۃ الاخلاص اور مسئلہ کفو:

سورۃ الاخلاص اور مسئلہ کفو کے درمیان ایک گہرا تعلق ہے۔ ہر شخص کو یہ دیکھنا اور دیکھنا چاہیے کہ جہاں رشتہ دیا جارہا ہے، وہاں خیالات و عقائد کی ہم آہنگی کے علاوہ دوسری اہم صفات میں بھی برابری ہے یا نہیں؟ اسی کو اصطلاحِ فقہ میں 'کفو' کہا جاتا ہے۔ اس لیے نکاح میں یہ امر لازمی شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو سورۃ الاخلاص کی آیت﴿وَ لَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ سے بھی یہ مسئلہ سمجھ میں آسکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اس سے پہلے دو جملوں لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُولَدْ میں توالد و تناسل کا ذکر کیا گیا ہے، یعنی خدا نے نہ کسی کو جنا اور نہ ہی کسی سے جنا گیا۔ اور اس کے فوراً بعد﴿لَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ کا فیصلہ سنا دیا گیا۔ غور کرنے سے معلوم ہوا کہ لفظ 'کفو' کا﴿لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُولَدْ﴾ سے کوئی نہ کوئی تعلق ہے، جبھی تو ان کے متصل اس کا ذکر فرمایا گیا۔ اگر یہاں لفظ 'کفو' سے 'ہمسر' اور 'مشترک' مراد لیا جائے تو گزارش ہے کہ لفظ 'شرک' کی طرح کوئی دوسرا لفظ 'شرک' کے معنی نہیں دے سکتا۔ اسی لیے مفہوم 'شرک' کی وضاحت کی خاطر قرآن پاک میں متعدد مقامات پر لفظ 'شرک' ہی استعمال ہوا ہے۔ اسی لیے 'کفو' کے معنی 'شرک' نہیں ہو سکتے۔ اگر بالفرض لفظ 'کفو' بمعنی 'شرک' مان لیا جائے، تو یہاں 'کفو' کی بجائے 'شرک' کا لفظ کیوں استعمال نہیں ہوا؟ تو معلوم ہوا کہ 'کفو' ایک ایسا لفظ ہے جس کا رشتہ لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُولَدۡ کے ساتھ ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ خدائے لم یلد ولم یولد کا کوئی کفو نہیں بن سکتا۔ اور جہاں سلسلہ توالد و تناسل موجود ہو، وہاں کفو (برابری) کا اعتبار ضروری ہو گا۔ میرے خیال کے مطابق شاید فقہاء نے اعتبارِ کفو کا مسئلہ اخذ کرتے وقت اس آیت کو بھی پیش نظر رکھا ہو۔ چونکہ نکاح، مرد اور عورت کی باہمی قربت و محبت کے لیے سندِ جواز کی حیثیت رکھتا ہے اور خاوند بیوی کی قربت کا مقصد اولاد ہوتی ہے، اس لیے جہاں نکاح، والد، والدہ اور ولد کے الفاظ آتے ہیں، کفو کے لفظ کا اعتبار بھی وہی ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُولَدۡ کے بعد ﴿وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ فرمایا تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ دعویٰ کہ اس کی اولاد نہیں اور وہ کسی کی اولاد نہیں، اس دلیل سے ثابت و محقق ہے کہ اس کا کوئی ہمسر نہیں، جب اس کے ہمسر کی نفی ہو گئی، تو لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُولَدۡ کا دعویٰ مسلم ٹھہرا۔ ان تمام امور کی نفی فرماتے ہوئے فرمایا کہ لڑکے، لڑکی کے اعتبار سے کفو کا تصور تو مخلوق کے ساتھ وابستہ ہے، یہ کیوں کر ممکن ہے کہ جو سب کا خالق و مالک ہو، وہ بھی اپنی مخلوق کی طرح کسی کا باپ یا کسی کا بیٹا ہو یا اس کے لیے بھی کفو تلاش کیا جائے؟ تو پھر خالق و مخلوق میں حد فاصل کیا رہی؟ اور پھر یہ امر بھی خدا کے سامنے تھا کہ جس زبان (یعنی عربی) میں قرآن مجید نازل کیا جارہا ہے اور جو قوم اس کے مخاطب ہے، اس کی مروجہ اصطلاحات کو استعمال کرتے ہوئے بات سمجھائی جائے۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:

﴿اِنَّا اَنزَلْنَاهُ قُرْءَانًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾[4]

---

[3] جمال الدين محمد بن مكرم ابن منظور الافريقى، **لسان العرب**، (بيروت: دار صادر، 1990ء)، 139/1۔

[4] القرآن 2:12

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

"بے شک ہم نے اسے عربی قرآن نازل کیا تا کہ تم سمجھو۔"

گویا اس دور میں بھی کفو کا اعتبار تھا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو قرآن مجید میں ایسا لفظ استعمال ہی نہ کیا جاتا، جس کے محل استعمال کو عرب سمجھنے سے قاصر ہوتے۔ چونکہ یہ امر بھی مشیت کے پیش نظر تھا کہ لفظ 'کفو' عقدِ نکاح کے مواقع پر جو عرب کے ہاں رائج ہے، لہٰذا اسی رعایت کو سامنے رکھتے ہوئے لفظ 'کفو' کو توالد و تناسل اور عقدِ نکاح کے خاندانی الفاظ کے ساتھ استعمال کیا، ورنہ پورے قرآن مجید میں یہ لفظ سورۃ الاخلاص کے علاوہ کسی اور مقام پر آیا ہی نہیں، گویا صرف ایک ہی مرتبہ استعمال ہوا اور وہ بھی اسی سورۃ مبارکہ میں اور انہی معنوں میں۔

مطلب الثانی: کفو کا اعتبارِ شرعی

کفو کا شرعی اعتبار عمومی ہے؛ سادات، قریش یا بنو ہاشم یا کسی اور قبیلے کے ساتھ مخصوص نہیں۔ دنیائے اسلام سے تعلق رکھنے والا مرد یا عورت جس زبان، جس زمین اور جس قبیلے سے منسوب ہو، اسے اپنے کفو کا لحاظ کرنا پڑے گا، تاکہ کل کلاں اسے پریشانی اور پشیمانی نہ اٹھانی پڑے۔ جیسا کہ مذکور ہوا، قرآن مجید نے مشرک (مرد) اور مشرکہ (عورت) کے درمیان شرک کو اور مسلمان مرد اور عورت کے مابین ایمان اور اسلام کو کفو میں خاص حیثیت دی ہے۔ کفر و ایمان دو صفات ہیں، نسل، خاندان اور خون کا حکم نہیں رکھتے۔ اس کے باوجود صفات یعنی عقائد و اعمال کو بھی کفو کے ضمن میں رکھا گیا۔ دراصل اس سے ان کمیونسٹ اور سوشلسٹ افکار و نظریات کا رد مقصود ہے، جو ازدواجی رشتے میں منسلک ہونے کے لیے صرف انسان ہونا کافی سمجھتے ہیں کہ سب انسان برابر ہیں، خواہ ایک مومن ہو اور دوسرا مشرک۔ جب دونوں کی رضامندی پائی جائے تو نکاح منعقد ہو جاتا ہے، اگر اُن کے اسی باطل نظریہ کو سامنے رکھا جائے تو ایمان اور کفر کی تمیز ختم ہو کر رہ جاتی ہے، کیونکہ اُن کے نزدیک نکاح کے لیے صرف ایک مرد اور ایک عورت کا ہونا ضروری ہے۔ وہ مرد اور عورت کو صرف اتنی اہمیت دیتے ہیں کہ اُن کا نکاح کسی جانور سے نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ اتفاق سے اُن کے نزدیک بھی انسان کے کفو نہیں، ورنہ شاید وہ اسے بھی جائز قرار دے دیتے، مگر اس بے راہ روی اور غیر فطری بے لگامی کا یہ نتیجہ نکلا کہ آج بھی سیاروں پر کمندیں ڈالنے والے ترقی یافتہ مغرب کے بعض ممالک میں مرد اور عورتیں اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے حیوانات کی طرف بھی رجوع کرتے ہیں۔

1۔ شرائطِ نکاح:

اس بہیمانہ طرزِ عمل کی روک تھام کے لیے خداوندِ عالم نے ازدواجی زندگی کے لیے صرف انسان ہونے کو شرط قرار نہیں دیا بلکہ اس کے لیے عقائد و نظریات کی ہم آہنگی کو بھی شرائطِ نکاح میں رکھا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ﴾[5]

---

[5] القرآن 2:221

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

"اور اے مومنو! مشرک عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لائیں، نکاح نہ کرو، کیونکہ مشرک عورت خواہ تمہیں کیسی ہی بھلی لگے، اس سے مومن لونڈی بہتر ہے۔ اور اسی طرح مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائیں، مومن عورتوں کو ان کی زوجیت میں نہ دینا، کیونکہ مشرک مرد سے خواہ وہ تمہیں کیسا ہی بھلا معلوم ہو، اس سے مومن غلام بہتر ہے۔"

مذکورہ آیات سے یہ نتیجہ اخذ ہوا کہ مومن اور مشرک کا آپس میں ازدواجی رشتہ قائم نہیں ہو سکتا، کیونکہ وہ ہم کفو نہیں ہیں۔ اگرچہ شرک و ایمان نسب نہیں کہلاتے بلکہ یہ توصفاتِ انسانی کے زمرے میں آتے ہیں، مگر یہاں نسب کی طرح انہیں بھی کفو کا درجہ و مقام دیا گیا ہے۔ یہ درست ہے کہ کفر و شرک سے توبہ کرنے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کے بعد انسان سابقہ نجاستوں سے اکثر پاک ہو جاتا ہے، مگر طہارت و تقویٰ کے بھی تو لامحدود درجات و مراتب ہیں۔ جو شخص حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا، وہ مشرک کی نسبت پاک کہلاتا ہے، مگر صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اولیائے کرام کے مرتبے کی طہارت ابھی اس میں کہاں آسکتی ہے؟ اگر ایسا ہی عام سا مسلمان کسی بڑے گھرانے سے جو علم و فضل کے ساتھ دیگر صفات میں بھی امتیازی شان رکھتا ہو، رشتہ جوڑنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ان صفاتِ محمودہ کا حصول بھی امر ضروری ہے، اور اسی کو 'کفو' سے موسوم کیا جاتا ہے۔

2۔ بنتِ ابو جہل سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے رشتے نہ ہونے کا سبب:

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

(اَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ: إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُونِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، فَلاَ آذَنُ لَهُمْ، ثُمَّ لَا آذَنُ لَهُمْ، ثُمَّ لَا آذَنُ لَهُمْ، إِلَّا أَنْ يُحِبَّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنكِحَ ابْنَتَهُمْ؛ فَإِنَّمَا ابْنَتِي بَضْعَةٌ مِنِّي، يَرِيبُنِي مَا رَابَهَا، وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا)[6]

"انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ممبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بنی ہشام بن مغیرہ یعنی ابو جہل کے خاندانوں نے مجھ سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ وہ اپنی لڑکی کو علی ابن ابی طالب کے نکاح میں دیں، پس میں انہیں اجازت نہیں دیتا۔ آپ نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی۔ ہاں، اگر علی بن ابی طالب یہ پسند کرتا ہے کہ میری دختر فاطمہ کو طلاق دے اور ان کی لڑکی سے نکاح کر لے، کیونکہ میری دختر فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، مجھے وہ ہر چیز پریشانی میں ڈالتی ہے جو اسے پریشانی میں ڈالتی ہے اور مجھے بھی وہ چیز اذیت پہنچاتی ہے جو اسے اذیت پہنچاتی ہے۔"

حدیث سے سمجھا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کو قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ارشاد فرمایا: "جو چیز انہیں اذیت دے، وہ مجھے اذیت دیتی ہے" اور یہی بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح نہ کرنے کا سبب قرار پائی۔ ابو جہل کی لڑکی مسلمان اور قریشیہ ہونے کے لحاظ سے اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفو تھی اور شرعی اعتبار سے یہ نکاح حرام نہ تھا جیسا کہ حدیث مبارک میں ارشاد ہوا ہے:

---

[6] مسلم بن حجاج القشیری، **الجامع الصحیح المسلم**، (بیروت: دار التاصیل، 2014ء) کتاب فضائل الصحابه، رقم الحدیث: 274۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES

ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678

Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

(وَ اِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا اُحَرِّمُ حَلَالًا وَ لَا اُحِلُّ حَرَامًا)[7]

"اور بیشک میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا۔"

مگر اللہ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے رسول کے دشمن کی بیٹی ایک گھر میں کبھی جمع نہیں ہو سکتی۔ یہاں رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ایذا اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج، یعنی رضائے رسول اور رضائے الٰہی کے پیش نظر، اس نکاح کی اجازت نہیں دی جو دنیا اور آخرت میں موجبِ لعنت ہیں۔ اور اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ عترتِ رسول کے ادب و احترام اور اعزاز و اکرام کی کیا اہمیت ہے، اور اسلامی غیرت و اہمیت کے تقاضوں کو رشتوں کے معاملات میں پیشِ نظر رکھنا کس قدر ضروری ہے۔

3۔ حضور ﷺ کے خانوادہ پاک کا اعزاز و اکرام:

حضور سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کا خانوادہ پاک ادب و احترام سے دیکھا جا سکتا ہے، اس کے رگ و پے میں رسالتِ مآب ﷺ کا خونِ اطہر گردش کر رہا ہے۔ اور حضور ﷺ کے اپنے خون کی عظمت و حرمت تو اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ حضور ﷺ کی ازواجِ مطہرات جن کے لیے ضروری نہیں کہ وہ آپ ﷺ کے حسب و نسب سے ہی ہوں، ان کے حق میں قرآن کا یہ فیصلہ ہے:

﴿یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾[8]

"اے نبی کی ازواج! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔"

اس کو اگر ظاہر پر محمول کیا جائے تو ازواجِ مطہرات اور دوسری عورتوں میں نسوانی لوازم و معاملات کے اعتبار سے تو کوئی فرق نہ تھا اور کسی ایک کو بھی سوائے جناب زینب رضی اللہ عنہا کے حضور ﷺ سے نزدیک ترین نسبی قرابت حاصل نہیں تھی۔ صرف وہ سرورِ موجودات ﷺ کے دائرۂ زوجیت میں داخل ہو چکی تھیں۔ اللہ کے نزدیک ان کے اس شرف کا یہ مقام اور اعزاز ہے کہ ان کے لیے یہ کلمات نازل فرمائے کہ تم دنیا کی دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ مقصد یہ ہے کہ اگر تم آنحضرت ﷺ کے عقد میں نہ آتی تو تم دوسری عورتوں ہی کی طرح ہوتیں۔

ثابت ہوا کہ احمدِ مجتبیٰ ﷺ کی ذات ہی ایک ایسا محورِ شرف اور مرکزِ فضیلت ہے کہ اس کے گرد گھومنے والے سیاروں کو مقامِ صحابیت پر فائز کیا جاتا ہے۔ اس کے دائرۂ زوجیت میں داخل ہونے والی خوش نصیب خواتین کو 'ازواجِ مطہرات' کا مقدس لقب دیا جاتا ہے اور ان کے بطنِ عطار سے جلوہ افروز ہونے والے نور پاروں (سیدہ زہرا، سیدہ زینب، سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم، حسن، حسین رضی اللہ عنہم، قاسم اور ابراہیم رضی اللہ عنہم) کے لیے 'سید'، 'شریف'، 'آلِ محمد'، 'آلِ رسول' یا 'اہل بیت' جیسے جد آفریں الفاظ بولے جاتے ہیں۔ اللہ اللہ! یہ شرف اور اوجِ مقام ازواجِ مطہرات کا۔[9] اس آیتِ مذکورہ سے ذرا آگے ارشاد ہوتا ہے:

---

[7] القشیری، **الجامع الصحیح المسلم**، کتاب الحکام، رقم الحدیث:1713۔

[8] القرآن 32:33

[9] پیر نصیر الدین نصیر کی تقریر کا لب لباب، http://dailypakistan.com.pk/columns/30-Nov-2015/300285

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلَاةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكَاةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَه ۚ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾[10]

"اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اگلی جاہلیت کی بے پردگی کی طرح بے پردہ نہ ہو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ اے نبی کے گھر والوں! اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں خوب پاک کر کے خوبصورت کر دے۔"

ان آیات سے ازواجِ مطہرات کے اندر عزت و حرمت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، ان پر یہ پابندیاں صرف اس لیے لگائی جا رہی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے حرمِ پاک میں داخل ہونے کے بعد وہ عام عورتوں جیسی نہیں رہیں بلکہ وہ 'زوجیتِ رسول' میں آچکی ہیں، اس لیے اللہ کریم نے مزید انعام اور اکرام کا اظہار فرماتے ہوئے ان کی تطہیر کا اعلان فرما دیا ہے۔ یہاں ایک نقطہ قابل ذکر ہے کہ شیعہ اس آیت میں وارد لفظ 'اہلِ بیت' سے ازواجِ مطہرات کو خارج کر لیتے ہیں، یہ سراسر گستاخی ہے اور ایسا کرنا قرآنی آیت کے سیاق و سباق سے یا تو عدم واقفیت کی بنا پر ہے یا پھر کمال سینہ زوری، ہٹ دھرمی اور عاقبت نا اندیشی ہے۔

مطلب الثالث: غیر کفو میں نکاح کا عدم انعقاد

کفائت اور اس کے نتیجے میں نکاح کے مسائل احناف کے یہاں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت کیا ہے کہ غیر کفو میں نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہو سکتا۔ اکثر مشائخ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ المحیط اور المختار میں مذکور ہے کہ ہمارے زمانے میں فتویٰ کے لیے حسن کی روایت ہی مختار ہے۔

(رَوَى الْحَسَنُ عَنْ اَبِى حَنِيفَةَ رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالٰى اَنَّ النِّكَاحَ لَا يَنعَقِدُ وَ بِهِ اَخَذَ كَثِيرٌ مِّن مَشَايِخِنَا رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالٰى كَذَا فِى المُحِيطِ وَ المُختَارِ فِى زَمَانِنَا لِلفَتوٰى رِوَايَةُ الحَسَنِ)[11]

"حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہوتا (غیر کفو میں)، اور ہمارے بہت سے مشائخ نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔ المحیط اور المختار میں ہمارے زمانے میں فتویٰ کے لیے حسن کی روایت ہی مختار ہے۔"

غیر کفو میں نکاح کے عدم انعقاد کا سبب ولی کی عدم رضا ہے، در مختار باب اولی۔ شیخ الامام شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں:

(وَ رِوَايَةُ الْحَسَنِ اَقْرَبُ اِلَى الْاِحْتِيَاطِ كَذَا فِى فَتَاوٰى قَاضِى خَانٍ)[12]

"حسن کی روایت احتیاط کے زیادہ قریب ہے، جیسا کہ قاضی خان کی فتاویٰ میں بھی لکھا ہے۔"

---

[10] القرآن 33:33

[11] سید امیر علی، **فتاویٰ عالمگیری**، (لاہور: مکتبہ الرحمانیہ، 2010ء) 1/292۔

[12] محمد امين بن عمر عابدين، **رد المحتار على الدر المختار** (دار الكتب العلمية، 2003ء، طبع خاصة) 409/2۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

امام سرخسی فرماتے ہیں کہ:"حسن رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی روایت اقرب الی الاحتیاط (احتیاط کے زیادہ قریب) ہے اور فتاویٰ قاضی خان میں اسی طرح لکھاہوا ہے۔"

(وَ يُفتِى فِى غَيرِ الكُفرِ بِعَدَمِ جَوَازِهِ اَصْلًا وَ هُوَ الْمُخْتَارُ لِلفَتْوىٰ لِفَسَادِ الزَّمَانِ)[13]

"اور غیر کفو میں بالکل عدم جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے، اور فسادِ زمان کے لحاظ سے فتویٰ کے لیے یہی قول مختار ہے۔ یہ صورت بھی عدم رضائے اولیاء کے ساتھ مخصوص ہے۔"

علامہ شامی محولہ بالاعبارت کے بعد لکھتے ہیں:

(وَ هُوَ الْمُخْتَارُ لِلفَتْوىٰ، وَ قَالَ شَمْسُ الْأَئِمَّةِ وَ هَذَا اَقْرَبُ اِلَى الْاِحْتِيَاطِ كَذَا فِى تَصْحِيحِهِ الْعَلَّامَةِ قَاسِمٍ لِاَنَّهُ لَيسَ كُلُّ وَلِيٍّ يُحسِنُ الْمُرَافَعَةَ وَالخُصُومَةَ وَلَا كُلُّ فَاضِلٍ يَعدِلُ وَ لَو اَحسَنَ الْوَلِيُّ وَ عَدَلَ الْقَاضِى قَد يَترُكُ اَنفَعَهُ لِلتَّرَدُّدِ عَلٰى اَبْوَابِ الْحُكَّامِ وَ اِلستِثْقَالًا لِنَفسِ الخُصُومَاتِ فَيَتَقَرَّرُ الضَّرَرُ فَكَانَ مَنعُهُ دَفعًا لَهُ)

"اور فتویٰ کے لیے قول مختار یہی ہے، شمس الائمہ سرخسی کہتے ہیں کہ یہ قول احتیاط کے زیادہ قریب ہے۔ علامہ قاسم کی تصحیح میں اسی طرح ہے، کیونکہ ہر ولی عدالت میں نکاح کے لیے صحیح طور پر رجوع نہیں کر سکتا۔ نیز ہر قاضی عادل نہیں ہو سکتا کہ وہ غیر کفو میں نکاح کو فسخ کر دے، اور اگر بالفرض ولی یہ کام عدالت سے کرا سکے اور قاضی بھی عادل ہو تو پھر بھی بعض اوقات حکام کے دروازوں پر چکر لگانے کی خفت، اور اس کام کے مشکل ہونے کی وجہ سے عدالت کی طرف رجوع نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا ضرر ہمیشہ کے لیے پختہ ہو جاتا ہے۔ بس اس ضرر کا دفعیہ صرف یہی ہے کہ سرے سے نکاح ہی منعقد نہ ہو۔"

(وَالْاَصَحُّ اَنَّهُ لَا يَكُونُ كُفُوًا لِلعَرَبِيَّةِ كَذَا فِى غَايَةِ السَّرُوجِىِّ)[14]

"زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ ذی علم وجاہ مرد علوی عورت کے لیے کفو نہیں بن سکتا، غایت السروجی میں اسی طرح لکھا ہے۔"

سادات تو کجا، ان کی لونڈیوں کے لیے بھی عام قریش کا غلام کفو نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ تمر تاشی میں لکھتے ہیں:

(وَ مَوَالَاةُ الْهَاشِمِىِّ لَا تُكَافِئُ مَولِىَ الْقُرَيشِىِّ كَذَا فِى التَّمُرتَاشِىِّ)[15]

"ہاشمی کی لونڈی قریشی (غیر ہاشمی) کے غلام کا کفو نہیں ہو سکتی۔"

بعض لوگ اعتبار نسب کا بالکل انکار کرتے ہیں اور بعض نسب کے معاملہ میں غلو سے کام لیتے ہیں۔ جو لوگ اعتبار نسب نہیں کرتے، ان کو اس آیتِ کریمہ پر غور کرنا چاہیے:

---

[13] ابن عابدین، **رد المحتار علی الدر المختار**، 2/ 409۔

[14] امیر علی، **فتاویٰ عالمگیری**، 1/ 290۔

[15] تمرتاشی، **تنویح الأبصار**، (جہلم: مکتبہ اہلسنہ پبلی کیشنز، 2011ء طبع چہارم) 291/1۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

﴿وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا﴾[16]

"اور وہی ہے جس نے پیدا فرمایا انسان کو پانی کی بوند سے اور بنایا اسے خاندان اور سسرال والا۔"

اس آیتِ کریمہ کی رو سے اگرچہ پوری نوع انسانی ایک ہی خالق کی مخلوق ہے اور اس اعتبار سے ایک دوسرے کے مساوی ہے، مگر 'نسبا' کا لفظ یہ بتا رہا ہے کہ اس نوع انسانی کو الگ الگ خاندانوں، نسبوں اور قبائل میں تقسیم کر دیا گیا ہے، تاکہ اس کی خونی قربتوں کے شعور یا گام گام پر غیر نسبی دوریوں کے احساسات، بیگانی اثر انداز نہ ہوں۔ ایک اور مقام پر انسان کو مختلف قبائل میں تقسیم کرنے کی غرض وغایت باہمی تعارف بتایا گیا، مگر آیتِ محولہ بالا میں وہ تعارفی مفہوم نہیں، بلکہ مطلقاً یہ بات ہے کہ "ہم نے انسان کو پانی سے پیدا کیا، اور پھر اسے مخصوص انتساب اور نسب عطا کیا۔" ہو سکتا ہے کہ اس آیت کو سامنے رکھ کر فقہائے کرام نے نسب کو کفو کی دیگر شرائط میں اساسی حیثیت دی ہو۔

مبحث الثانی: کفو کے متعلق علمائے کرام کی آراء

مطلب الاول: فقہائے احناف کے اقوالِ کفو

فقہائے احناف کے درج ذیل اقوال سے اعتبار کفو کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

(اَلْعَجَمِیُّ لَا یَکُونُ کُفُوًا لِلعَرَبِیَّةِ وَ لَو کَانَ الْعَجَمِیُّ عَالِمًا اَو سُلْطَانًا وَ هُوَ الْاَصَحُّ فَتْوَا عَنِ الْیَنَابِیعِ وَادَّعٰی فِی الْبَحْرِ اَنَّهٗ ظَاهِرُ الرِّوَایَةِ)[17]

"عجمی اگرچہ عالم اور بادشاہ ہی کیوں نہ ہو، عربی عورت کے لیے کفو نہیں ہو سکتا، اور یہی زیادہ صحیح ہے اور یہ قول فتح القدیر نے الینابیع سے نقل کیا ہے۔"

صاحب بحر رائق نے اس کے ظاہر اور روایت ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر اس پر علامہ شامی نے کئی اعتراضات کیے ہیں (ملاحظہ ہوں در مختار میں)۔

(اَلْحَسِیبُ بِذِی الْمَنصَبِ وَالْجَاهِ غَیرُ کُفءٍ لِلعَلَوِیَّةِ کَمَا فِی الْیَنَابِیعِ)

"صاحبِ منصب وجاہ، ذی حسب علویہ خاتون کے لیے کفو قرار نہیں پاتا۔"

علامہ شامی مزید لکھتے ہیں:

(اَمَّا الظَّاهِرُ الرِّوَایَةُ اَنَّهٗ لَا یُکَافِئُهَا فَهُوَ الْمَذْهَبُ خُصُوصًا)

"یعنی کوئی بھی عالم، غیر قریشی علویہ اور قریشیہ کے لیے کفو نہیں ہو سکتا، یہی مذہبِ حنفیہ ہے۔"

(اَمَّا ظَاهِرُ الرِّوَایَةِ اَنَّ الْعَجَمِیَّ لَا یَکُونُ کُفُوًا لِلعَرَبِیَّةِ مُطْلَقًا قَالَ فِی الْمَبْسُوطِ اَفضَلُ النَّاسِ نَسَبًا بَنُو هَاشِمٍ)[18]

---

[16] القرآن 54:25۔

[17] كمال الدين محمد بن عبدالواحد السيراسی، **فتح القدير** (لبنان: دار الكتب العلمية، بيروت، 2003ء، طبع الاولى) 131/3۔

[18] شمس الدين السرخسی، **المبسوط** (لبنان: دار المعارفة، 2015ء) 24/5؛ ابن نجيم، **البحر الرائق شرح كنز الدقائق**، 131/3۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

"ظاہر روایت یہی ہے کہ عجمی عربیہ کے لیے مطلقاً کفو نہیں ہو سکتا۔ مبسوط میں لکھا ہے کہ بنو ہاشم سب سے افضل النسب ہیں، پھر قریش اور پھر باقی عرب۔"

بحر الرائق کی عبارت سے واضح ہے کہ عجمی، ذی علم وجاہ عام عربیہ کے لیے کفو نہیں بن سکتا، تو پھر ساداتِ بنو فاطمہ کے لیے کیسے کفو بن سکتا ہے؟ (اگر لڑکی اور اس کا ولی دونوں رضامند ہوں تو پھر اور بات ہے۔)[19]

نکاح ولی اور کفو کی مذکورہ تفصیل میں جانے سے مقصود صرف یہ تھا کہ جو لوگ ائمہ اربع کی تقلید کو ضروری نہیں سمجھتے ان پر یہ واضح ہو جائے کہ ائمہ نے نکاح میں جو شرائط رکھی ہیں ان کا ہمارے معاشرے سے گہرا تعلق ہے، اگر ان کی عائد کردہ شرائط کو پس پشت ڈال دیا جائے اور اعتبارِ کفو کی قید کو بالائے طاق رکھ کر کھلی چھٹی دے دی جائے، تو ماحول اور معاشرے کو نہ ملنے سے ایسے ایسے فسادات کے رونما ہونے کا اندیشہ ہے جن کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہاں، اگر لڑکی اور اس کا ولی راضی ہو تو شرعاً نکاح جائز ہے۔

آنحضرت ﷺ کی پھوپھی زاد، زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کا غیر کفو میں (یعنی حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ) نکاح کا معاملہ مشہور و معروف ہے۔ آپ نے دیکھا کہ خاندان اور نسبی عدم توازن میں دونوں کے مزاج میں نشیب و فراز پیدا کر دیا، اور آخر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے روزمرہ کی بڑھتی ہوئی ناگواریوں کے پیچھے نظر بالآخر طلاق دینے پر مجبور ہو گئے۔ کسی خاندانی اور نسلی عدم توازن سے پیدا ہونے والے نتائج وہ سامنے رکھ کر احناف کفو کو اہمیت دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی بھی خاندان سے رشتہ ہو سکتا ہے بشرط کہ لڑکی اور ولی دونوں راضی ہوں۔ حضرت زید آزاد کردہ غلام تھے اور غیر قبیلے سے تھے، چونکہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے ولی اس پر راضی تھے، لہٰذا دونوں کی رضامندی سے شادی ہو گئی، مگر عدم توازن کی وجہ سے رشتہ طلاق پر منتج ہوا۔[20]

1۔ غیر کفو ہاشمیہ فاطمیہ یعنی سیدہ کے نکاح کا مسئلہ:

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو غیر کفو میں سیدہ کے نکاح کر لینے کی صورت بھی وہی بنتی ہے، جو غیر سیدہ کے لیے ہے۔ مثلاً یہ کہ اگر کوئی سید خاندان کی لڑکی اپنے ولی کی اجازت اور رضامندی کے بغیر غیر کفو میں شادی کر لیتی ہے تو اس کا نکاح منعقد نہ ہو گا، اور اگر سیدہ بالغہ غیر کفو میں شادی کرنے پر رضامند نہیں، مگر ولی اس کی مرضی کے بغیر غیر کفو میں شادی کر دیتا ہے تو از روئے شریعت محمدی ایسا نکاح بھی درست نہ ہو گا، کیونکہ لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اسے خود بھی اپنی زندگی کے بارے میں سوچنے کی کھلی اجازت ہے۔

اگر لڑکی کو یہ اختیار نہیں تو نکاح سے پہلے دو گواہ اس کی رضامندی معلوم کرنے کے لیے کیوں بھیجے جاتے ہیں؟ اور اگر سیدہ اور اس کا ولی غیر کفو میں شادی ہو جانے پر رضامند ہیں تو نکاح درست اور نسب ثابت ہو گا۔ بہر حال یہ جو بعض سادہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ان کی کسی عزیزہ یا بیٹی کا نکاح غیر کفو میں

---

[19] عبدالرحمن الجزيری، **كتاب الفقه على المذاهب الأربعة** (لبنان، دارالکتب العلمیہ بیروت2003ء طبع الثانی) 169/4۔

[20] پیر نصیر الدین نصیر کی تقریر کا لب لباب، http://dailypakistan.com.pk/columns/30-Nov-2015/300285

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

ہو ہی نہیں سکتا، یا(اس سے متعلقہ) قرآن و حدیث ناجائز ہے، تو یہ محض ان کی خوش فہمی ہے۔ ہمیں کوئی ایسی نص قطعی نہیں ملتی جسے سادات کے اس عقیدے کو ثابت کیا جاسکے کیونکہ ہر مسئلے کو حل کرنے کے لیے سب سے پہلے قرآن و سنت کو دیکھا جاتا ہے۔

متاخرین شوافع میں سے بعض نے سیدہ کے غیر کفو میں نکاح کو مطلقاً باطل قرار دیا ہے، مگر وہ دلیل میں کوئی آیتِ قرآنی یا حدیثِ صحیح پیش نہیں کر سکے، چنانچہ مصر کے ایک عالم، ابو بکر بن عبد الرحمن، جو متاخرین شوافع میں سے ہیں، انہوں نے اپنی ایک کتاب "رشفۃ الصادی من بحر فضائل النبی الہادی" میں مصر کے بعد حسنی، حسینی سادات کرام کے عمل کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ غیر سید سے رشتہ نہیں کرتے تھے۔ آخر میں لکھتے ہیں:

(وَ لَهُمُ اختياراتٌ وَ اَلانظارُ لَا مَطمَعَ لِلفَقِيهِ فِي اِدرَاكِ اَسرَارِهِم)

"یعنی ان ساداتِ کرام نے ایسے نظریات کو اختیار کیا ہے کہ کسی فقیہ عالم کو ان کے اسرار تک رسائی کی گنجائش نہیں۔"

علامہ موصوف نے نصِ قرآنی یا کوئی حدیثِ صحیح تو درکنار، کسی مشہور مجتہد کا قول بھی نقل نہیں کیا، لہٰذا نصِ قرآنی، حدیثِ صحیح، یا کسی امام مجتہد کے قول کے بغیر اس قسم کے اقوال و تعامل کو امت کے لیے حجتِ شرعی تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

بعض مسائل عرف میں اور طرح سے مشہور ہوتے ہیں مگر شریعتِ مطہرہ میں ان کے نوعیت مختلف ہوتی ہے۔ سیدہ ہاشمیہ کا نکاح بھی اسی قسم کا ایک مسئلہ ہے، جسے عرف میں مطلقاً ناجائز تصور کیا جاتا ہے اور شاید اس لیے کہ لوگوں کے دلوں میں رسالتِ مآب ﷺ سے سادات کی نسبی قرابت کے باعث جو احترام موجود ہے، اس کے پیش نظر وہ سیدہ کے غیر کفو میں نکاح کو ناجائز سمجھتے ہیں اور اکثر و بیشتر ان پڑھ اور بعض معمولی دینی سوجھ بوجھ رکھنے والے بھی سادات بھی جو عام طور پر خود کو سید اور دوسروں کو امتی کہتے اور سمجھتے ہیں، حالانکہ سادات بھی امت میں داخل ہیں، غیر سید سے نکاح کسی شرعی حجت کے بغیر ناجائز سمجھتے ہیں کہ جب کفر میں کوئی رشتہ نہیں یا وہ دینا نہیں چاہتے تو غیر کفو میں ان کے لیے رشتے دینا ہی بالکل حرام حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں۔

بعض اوقات اخلاق و عادات اور کردار کے معیاری نہ ہونے کی بنا پر اپنے کفو اور خاندان میں بھی رشتے کا لین دین دشوار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ایسی صورت میں کیے جانے والے رشتے عام طور پر فسادات اور اختلاف پر منتج ہوتے ہیں۔ ان خطرات و عواقب کے پیش نظر رشتہ نہ کرنے کی حیثیت کچھ اور ہے جو از شرعی کی حیثیت کچھ اور حتی الوسع رشتے کے لیے کفر کو ترجیح دینی چاہیے۔ بعض خطرات و عواقب کے باعث اگر کرنا ممکن نہ ہو اور لڑکی اور اس کا ولی دونوں غیر کفو میں رشتہ کرنے پر رضامند ہو جائیں تو شریعت محمدی کی رو سے ایسا نکاح درست اور جائز ہو گا۔

2۔ معیارِ سیادت:

ایک شیعہ جو خود کو 'سید' کہتا تھا، کہنے لگا کہ خوش پاک 'سید' نہ تھے، ذہنی شعور کے اعتبار سے وہ اس قابل نہ تھے کہ ان کے سامنے علمی دلائل اور تاریخی شواہد بطور ثبوت پیش کیے جاتے۔ میں نے کہا آپ درست کہتے ہوں گے، مگر کتابوں میں غوث پاک کے حلیہ مبارک کی جو روایات ملتی ہیں، انہیں سامنے رکھ کر ذرا آپ اپنا چہرہ آئینے میں بغور دیکھا لیں۔

بقول شاعر:

"لگایا آئنہ یہ کہہ کے اس نے روزن در میں

کہ اپنا منہ تو دیکھیں میری صورت دیکھنے والے"

اگر بد صورتی اور بد سیرتی سیادت کے اساسی ارکان و علامات میں شامل ہیں تو پھر آپ بلاشبہ ہم سے زیادہ 'سید' کہلانے کے مستحق ہیں اور پھر غوث پاک کے حسن سیرت وصورت کی روایات ہم نے مستند کتابوں میں پڑھی اور بارہا سنی ہیں، کیونکہ آپ کا تعلق تو دور ماضی سے ہے، مگر جناب کی بد صورتی و بد سیرتی کا حال تو میں براہ راست مطالعہ کر رہا ہوں کہ: "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" (جو سنا تھا کیا وہ دیکھا بھی تھا)۔ کیا سادات ایسے ہی حسین ہوا کرتے ہیں؟ آپ تو پنجابی کی اس ضرب المثل کے بجا طور پر مصداق ہیں: "منہ نہ متھا تے جن پہاڑوں لکھا، دیکھنے میں تو آپ سید نظر نہیں آتے۔" اب ایسے سادات بھی پائے جاتے ہیں، جو حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت سے بھی محروم ہوتے ہیں اور پھر ان کا صحیح النسب 'سید' ہونا بھی مشکوک ہے، مگر خوش پاک، داتا صاحب اور غریب بن حاز، خواجہ اجمیری جیسے مسلم الثبوت سادات کی سیادت میں مختلف قسم کے شکوک کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ اثر شیعہ جو خود کو 'سید' بھی کہتے ہیں اور غوث پاک کی مخالفت کرتے اور انہیں غیر سید بھی کہتے ہیں۔ اکثر دیہاتوں اور قصبوں میں انہی کی نسبت سے گیارھویں شریف کے نذرانے بھی وصول کرتے ہیں اور گیارھویں شریف کے میٹھے چاول بھی اڑاتے رہتے ہیں۔

"ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں

ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے (فاضل بریلوی)"

حضرت غوث پاک جیسے عظیم، نجیب الطرفین اور مسلم الثبوت سید کے حق میں نازیبا الفاظ استعمال کرنے والوں! کبھی آئینے میں اپنا چہرہ بھی دیکھا؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جو سید ہو گا، اس میں تین خصوصیات ضرور پائی جائیں گی۔ ایک تو وہ حسین ترین صورت اور سیرت کا مالک ہو گا، دوسرا انتہائی فیاض اور دریادل ہو گا، تیسرا نہایت جری اور بہادر ہو گا۔

اگرچہ یہ عوام کے موضوعہ معیارات ہیں تاہم بڑے بھی نہیں ہیں۔ اگر کوئی شیعہ جو خود کو 'سید' کہلاتا ہے، وہ اسی مذکورہ معیار کو سامنے رکھ کر ہی اپنی ذات کو پرکھ لے تو یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ بعض شیعہ اور غیر شیعہ سادات ایسے بھی نظر سے گزرتے ہیں جنہیں دیکھ کر یہ آرزو ہوتی ہے کہ کاش دوبارہ ان کی زیارت نہ ہو مگر بایں ہمہ ان کی عزت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ اپنی نسبی نسبت تو اس ذات گرامی سے ثابت کر رہے ہیں، جس کی گلی کے کتوں کا احترام بھی ہمارے لیے باعث سعادت ہے، یہ تو پھر انسان ٹھہرے۔ بہر حال اگر سیادت کے مذکورہ بالا اوصاف کسی سید میں ہوں تو وہ 'سید' کہلائے، ورنہ سادات ذی مرتبہ کے لیے خوامخواہ باعث ننگ و عار نہ بنیں۔

" قابلیت ہو تو دیدارِ جمال اچھا ہے ورنہ اس کوچے کا پھر ترکِ خیال اچھا ہے "[21]

مطلب الثانی: دارالافتاء اہلسنت کا فتویٰ

سوال: کیا سید لڑکی کی شادی خان لڑکے سے کر سکتے ہیں؟

(اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اللَّهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ)

[21] پیر نصیر الدین نصیر کی تقریر کا لب لباب، http://dailypakistan.com.pk/columns/30-Nov-2015/300285

سیدہ لڑکی کا نکاح ایسے لڑکے سے مطلقاً ہو سکتا ہے، جو 'سید' نہ ہو لیکن قریشی ہو۔ جبکہ جو لڑکا نہ 'سید' ہو اور نہ قریشی ہو، جیسے سوال میں پوچھی گئی صورت میں خان لڑکا، اس سے نکاح کی درج ذیل مختلف صورتیں ہیں، جن میں سے بعض صورتوں میں نکاح جائز و درست ہے اور بعض میں نکاح ناجائز و باطل ہے یعنی نکاح نہیں ہو سکتا۔

i) سیدہ کا نکاح غیر قریشی ایسے عالم دین سے ہو، جو مسلمانوں میں مشہور و معروف اور قابلِ تعظیم شمار کیا جاتا ہو، تو بھی مطلقاً نکاح ہو جائے گا۔

ii) سیدہ نابالغہ ہے اور اس کا نکاح غیر قریشی میں باپ، دادا کے علاوہ کسی ولی مثلاً چچا وغیرہ نے کیا، تو باطل ہو گا، یا باپ، دادا پہلے بھی اپنی کسی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر قریشی کے ساتھ کر چکے ہیں، تو اب ان کا نکاح بھی منعقد نہ ہو گا، باطل قرار پائے گا۔

iii) سیدہ بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی (باپ، دادا یا ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد) موجود ہے لیکن اس نے نکاح سے پہلے اس شخص کو غیر قریشی جان کر واضح طور پر اس نکاح کی اجازت نہیں دی، تو مفتیٰ بہ قول پر بالغہ کا نکاح باطل ہو گا۔

iv) سیدہ بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی (باپ، دادا یا ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد) موجود ہے اور اس نے نکاح سے پہلے اس شخص کو غیر قریشی جان کر واضح طور پر اس نکاح کی اجازت دے دی، جب بھی نکاح جائز ہو گا۔

v) سیدہ بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں، تو اپنی خوشی سے غیر قریشی سے نکاح کر سکتی ہے۔

سیدنا اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> "سید ہر قوم کی عورت سے نکاح کر سکتے ہیں اور سیدانی کا نکاح قریش کے ہر قبیلے سے ہو سکتا ہے، خواہ علوی ہو یا عباسی یا جعفری یا صدیقی یا فاروقی یا عثمانی یا اموی۔ رہے غیر قریش جیسے انصاری یا مغل یا پٹھان، ان میں جو عالم دین، معظم مسلمین ہو، اس سے مطلقاً نکاح ہو سکتا ہے، ورنہ اگر سیدانی نابالغہ ہے اور اس غیر قریش کے ساتھ اس کا نکاح کرنے والا ولی باپ یا دادا نہیں، تو نکاح باطل ہو گا، اگرچہ چچا یا سگا بھائی کرے اور اگر باپ، دادا اپنی لڑکی کا نکاح ایسے ہی کر چکے ہیں، تو اب ان کے کیے بھی نہ ہو سکیں گے، اور اگر بالغہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں، تو وہ اپنی خوشی سے اس غیر قریشی سے اپنا نکاح کر سکتی ہے اور اگر اس کا کوئی ولی یعنی باپ، دادا، پر دادا، ان کی اولاد و نسل سے کوئی مرد موجود ہے اور اس نے پیش از نکاح اس شخص کو غیر قریش جان کر صراحۃً اس نکاح کی اجازت دے دی، جب بھی جائز ہو گا، ورنہ بالغہ کا کیا ہوا بھی باطل محض ہو گا۔"[22]
>
> (وَاللّٰہُ أَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُولُہُ أَعْلَمُ صَلَّى اللّٰہُ تَعَالَى عَلَيْہِ وَآلِہِ وَسَلَّم)

مطلب الثالث: دار الافتاء دیوبند کا فتویٰ

1۔ سوال: سادات کون ہیں اور ان کے کفو کون ہیں؟ سید کا غیر سید قوم میں نکاح کا حکم؟

---

[22] احمد رضا، **فتاویٰ رضویہ**، 11/716۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 03 (2025)

2۔ کیا حضرت عباس بن علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اولاد بھی 'سید' یا 'سادات' کا درجہ رکھتی ہے؟ اور اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے باقی بیٹوں کی اولاد؟

3۔ کیا تمام علوی اور ہاشمی جن کا تعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے وہ فاطمی سادات کے کفو ہو سکتے ہیں؟

4۔ کیا ایک سادہ لوح عام امتی مسلمان کی شادی ایک سیدہ خاتون یا لڑکی سے ہو سکتی ہے؟ والدین کی مرضی اور مرضی کے خلاف دونوں صورتوں میں قرآن وسنت کی روشنی میں راہ نمائی فرمائیں![23]

جواب: 'سید' کے مصداق وہ لوگ ہیں جو حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عباس، حضرت عقیل اور حضرت حارث رضی اللہ عنہم اجمعین کی اولاد میں سے ہیں، ان سب پر صدقہ حرام ہے، لیکن عام عرف میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد پر 'سید' کا اطلاق ہوتا اور یہ آلِ رسول ﷺ ہیں۔ جہاں تک نکاح میں کفو ہونے کا تعلق ہے تو قریش آپس میں ایک دوسرے کے کفو ہیں، ان میں بعض سید ہیں اور بعض غیر سید۔ سادات کی کفو قوموں میں صدیقی، فاروقی، عثمانی، علوی، زبیری (یعنی شیوخ)، قریش وغیرہ شامل ہیں۔[24]

'سید' لڑکے کا غیر 'سید' لڑکی سے نکاح کرنا بہر صورت جائز ہے۔ اور 'سیدہ' لڑکی کا نکاح ولی کی اجازت سے غیر 'سید' مسلمان لڑکے سے بھی جائز ہے۔ البتہ اگر عاقلہ وبالغہ 'سیدہ' لڑکی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر غیر 'سید' لڑکے سے نکاح کرے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، لیکن اگر لڑکا اس لڑکی کا کفو نہ ہو (یعنی قریش کے علاوہ دیگر عرب قبیلہ کا یا عجمی قوم میں سے ہو) اور ولی کو اس پر اعتراض ہو تو اولاد ہونے سے پہلے ولی بذریعہ عدالت اس نکاح کو ختم کروا سکتا ہے۔

خلاصہ بحث

کفائت کا مسئلہ اسلامی فقہ میں ایک ایسا اصول ہے جو نکاح کے استحکام اور معاشرتی ہم آہنگی کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ سادات کے تناظر میں یہ مسئلہ مزید حساسیت اختیار کر لیتا ہے کیونکہ ان کا شرف اور مقام امت مسلمہ میں مسلّم ہے۔ اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ کفائت کے اصول میں نسب کو اہمیت دی گئی ہے لیکن اس سے بڑھ کر ایمان، دین داری اور اخلاقی صفات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ فقہائے احناف کے مطابق سادات کی تعظیم واجب اور ان کی توہین حرام ہے، تاہم اگر نکاح میں غیر سید کفو ہو اور لڑکی کی رضامندی بھی شامل ہو تو نکاح درست ہے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ شریعت کا اصل مقصد رشتہ ازدواج کو دینی اصولوں، باہمی رضامندی اور ہم آہنگی کی بنیاد پر قائم کرنا ہے، نہ کہ محض سماجی تفریق یا خاندانی برتری پر۔ یوں کفائت کا تصور، بالخصوص سادات کے نکاح کے معاملے میں، امت مسلمہ کے لیے ایک جامع اور متوازن رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

[23] السرخسی، **المبسوط**، 24/5۔

[24] ابراہیم بن ابرہیم الحلبی، **مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر** (لبنان: دار الکتب العلمیه، بیروت، 1998ء، طبع الاولی)، 224/1۔